قرآن مجید کے قدیم اور جدید اُردو تراجم کے اسلوب کا جائزہ

A Critical Review of the Stylistic Features of Classical and Modern Urdu Translations of the Holy Qur'an

Dr. Asma Aziz
Assistant Prof, Dept. of Islamic Studies,
GC Women's University Faisalabad
Hafiza Alishba Khan
MPhil Scholar, Dept. of Islamic Studies,
GC Women's University Faisalabad
Ms. Bariya Fatima
MPhil Scholar, Dept. of Islamic Studies,
GC Women's University Faisalabad

Abstract
This study explores the stylistic evolution of Urdu translations of the Holy Qur'an, with a particular focus on the approaches adopted by classical and modern translators. The research aims to analyze how linguistic style, translational methodology, and intellectual orientation have influenced the understanding of Qur'anic meanings among Urdu readers. By employing a qualitative and comparative method, selected Qur'anic verses are examined across major classical translators such as Shah Waliullah's sons Shah Rafi' al-Din and Shah 'Abd al-Qadir Dehlavi and prominent modern translators including Abul A'la Maududi, Amin Ahsan Islahi, Wahiduddin Khan, and Tahir-ul-Qadri. The findings reveal that classical Urdu translations primarily adhered to a literal and word-for-word approach, emphasizing semantic fidelity and preservation of the original Arabic structure. This method ensured doctrinal accuracy but often resulted in dense and less idiomatic Urdu. In contrast, modern translations demonstrate a meaning-oriented and communicative style, employing fluent, contemporary language and incorporating explanatory expressions to make Qur'anic guidance accessible to the modern reader. While this approach enhances comprehension and relevance, it occasionally blurs the boundary between translation and interpretation. The study concludes that classical and modern Urdu translations of the Qur'an are not mutually exclusive but rather complementary. Classical translations provide linguistic precision and scholarly depth, whereas modern translations facilitate broader understanding and practical engagement with the Qur'anic message. The research recommends integrating both styles in

academic curricula and future translation projects to achieve a balanced and comprehensive approach to Qur'anic translation studies.
Keywords: Qur'an Translation, Urdu Translations of the Qur'an, Classical and Modern Translators, Translation Style, Qur'anic Studies

1۔ تعارف:

قرآنِ پاک کی قدیم تراجم نہ صرف زبان کی جمالیات اور ادبی حسن کی عکاس ہیں بلکہ فکری، فقہی اور ثقافتی زاویوں کی بھی عکاسی کرتی ہیں۔ جب قرآنِ پاک کا پیغام غیر عربی بولنے والے قارئین تک پہنچانے کی ضرورت پیش آئی، تو مترجمین نے عربی متن کی معنویت اور مفہوم کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی مادری زبان میں اس کی وضاحت اور تشریح کی کوشش کی۔ قدیم تراجم کا اسلوب بنیادی طور پر لفظی اور معنوی توازن، سلیس اور عام فہم زبان، تشریحی انداز، ادبی اور محاوراتی اثرات، اور فقہی و کلامی ترجیح پر مشتمل ہوتا تھا۔ مترجمین نے قرآن کے اصل پیغام کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی زبان کی ساخت اور ادبی طرز کو بھی شامل کیا، تاکہ تراجم قارئین کے لیے قابل فہم اور اثر انگیز ہوں۔ یہ تراجم نہ صرف دینی تعلیمات کو عام کرنے کا ذریعہ بنے بلکہ بعد کے دور میں تفاسیر اور علمی مباحث کی بنیاد بھی فراہم کی۔ قدیم تراجم کا مطالعہ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ کس طرح مترجمین نے زبان، ثقافت اور مذہبی فہم کو یکجا کر کے قرآن کے پیغام کو مختلف معاشروں تک منتقل کیا۔

2۔ قدیم تراجم کے اسلوب:

قرآنِ پاک کے قدیم تراجم (خصوصاً فارسی، سنسکرت، لاطینی اور بعد میں اردو میں) کا بنیادی مقصد قرآن کے پیغام کو غیر عربی زبان بولنے والے لوگوں تک پہنچانا تھا۔ ان تراجم کا اسلوب درج ذیل خصوصیات رکھتا ہے:

1. لفظی اور معنوی توازن، آسان فہم اور سلیس زبان:

2. لفظی اور معنوی توازن قائم رکھنا، سلیس اور آسان فہم جملوں کا استعمال، تشریحی اور وضاحتی انداز، اور مترجم کی مادری زبان کے ادبی و محاوراتی رنگ کو شامل کرنا، چونکہ اکثر قارئین عربی نہیں جانتے تھے، اس لیے تراجم میں سلیس اور عام فہم جملوں کا استعمال کیا گیا، تاکہ پیغام عام لوگوں تک پہنچ سکے۔ مثال کے طور پر:

فارسی تراجم : امام رازی کے شاگرد ابو القاسم فرغانہ نے فارسی میں قرآن کا ترجمہ کرتے ہوئے لفظی معنی کے ساتھ ساتھ آیات کی روحانی تشریح بھی دی، تاکہ غیر عرب قارئین نہ صرف الفاظ سمجھیں بلکہ مفہوم کی گہرائی بھی محسوس کریں۔

لاطینی تراجم : قرونِ وسطیٰ میں یورپی سکالرز جیسے روبیرٹ کولاگنی نے قرآن کا لاطینی میں ترجمہ کیا، جس میں مترجم نے عربی متن کی علمی اور فقہی نکات کو برقرار رکھنے کی کوشش کی، اور ساتھ ہی یورپی قارئین کے لیے وضاحتی جملے شامل کیے۔

اردو میں قدیم تراجم: ابتدائی اردو تراجم جیسے مولوی محمد باقر کی خدمات نے سادہ اور فہمیدہ زبان میں قرآن کا پیغام عوام تک پہنچایا، اور ساتھ ہی تشریحی انداز اختیار کر کے قارئین کے ذہن میں مفہوم واضح کیا۔

3. تشریحی انداز کا دخل:

بعض قدیم تراجم محض لفظی ترجمہ نہ ہو کر ایک قسم کی تشریح یا تبصرہ بھی رکھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مترجم عربی اصطلاحات اور مخصوص دینی مفاہیم کو قارئین کے نزدیک واضح کرنا چاہتا تھا۔

4. ادبی اور محاوراتی اثرات:

بعض تراجم میں مترجم نے اپنی مادری زبان کے ادبی اسلوب اور محاوراتی طرز کو شامل کیا، تاکہ متن نہ صرف مفہوم میں بلکہ ادبی حسن میں بھی قاری کو متاثر کرے۔

5. فقہی اور کلامی ترجیح:

بعض تراجم میں فقہی اور کلامی نکات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی، خصوصاً جب کسی لفظ یا آیت کے مفہوم میں اختلاف یا تشریح کی گنجائش ہو۔

6. ترتیب اور ساخت:

قدیم تراجم میں قرآن کی اصل ترتیب اکثر برقرار رکھی گئی، لیکن بعض اوقات آیات کی تشریح کے لیے حواشی یا وضاحتی جملے شامل کیے گئے۔

یہ تراجم محض لفظی منتقلی نہیں بلکہ ایک علمی اور ثقافتی امتزاج تھے، جو بعد کے دور میں تفاسیر اور دینی مباحث کی بنیاد بھی بنے۔ قدیم تراجم کا مطالعہ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ کس طرح مترجمین نے زبان، ثقافت اور مذہبی فہم کو یکجا کر کے قرآن کے پیغام کو مختلف معاشروں تک پہنچایا۔

3۔ قرآنِ مجید کے قدیم اردو تراجم کے اسلوب:

قرآنِ مجید کے قدیم اردو تراجم برصغیر کی دینی و فکری روایت کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ ان تراجم کا بنیادی مقصد اصل قرآنی متن سے وفاداری اور معانی کی امانت داری تھا، اسی لیے ان کے اسلوب میں درج ذیل نمایاں خصوصیات پائی جاتی ہیں:

1. تحتُ اللفظی اور لفظی ترجمہ

قدیم اردو مترجمین، خصوصاً شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر، نے عربی الفاظ اور جملوں کی ترتیب کو بڑی حد تک برقرار رکھا۔ اس سے ترجمہ بسا اوقات ثقیل ہو گیا، مگر مفہوم میں تحریف سے بچاؤ ممکن ہوا۔

2. عربی و فارسی اسالیب کا غلبہ

قدیم اردو تراجم میں عربی اور فارسی ترکیبات، اضافتیں اور محاورات کثرت سے ملتے ہیں، جو اس دور کی علمی زبان کا حصہ تھے۔ اس اسلوب نے زبان کو جلال اور وقار بخشا مگر عام فہمیت کم ہو گئی۔

3. تفسیری توضیحات کی آمیزش

بعض مقامات پر مفہوم واضح کرنے کے لیے قوسین، مترادفات یا وضاحتی الفاظ شامل کیے گئے، جس سے ترجمہ جزوی طور پر تفسیری رنگ اختیار کر گیا۔

4. ادبی سادگی اور دینی وقار

قدیم تراجم میں شعری و تخیلاتی زبان سے اجتناب کیا گیا۔ اسلوب سادہ مگر سنجیدہ ہے، جس میں تقدس، احتیاط اور احترام نمایاں نظر آتا ہے۔

5. محاوراتی روانی کی کمی

چونکہ توجہ لفظی دیانت پر تھی، اس لیے اردو محاورے اور روزمرہ کم استعمال ہوئے۔ نتیجتاً ترجمہ بسا اوقات غیر مانوس محسوس ہوتا ہے۔

6. علمی اور خواصانہ مخاطب

یہ تراجم زیادہ تر اہلِ علم اور دینی طلبہ کے لیے مرتب کیے گئے تھے، نہ کہ عام قاری کے لیے، اسی وجہ سے زبان میں گہرائی مگر سہولت کم ہے۔

4۔ مشہور قدیم اُردو ترجمہ قرآن:

1۔ ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی (1750ء–1871ء)، جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے بیٹے اور شاگرد تھے، نے تقریباً 1776ء میں قرآنِ پاک کا اردو ترجمہ مکمل کیا[1]۔ یہ ترجمہ برصغیر میں اردو تراجم کے اہم سنگِ میل کے طور پر جانا جاتا ہے، کیونکہ اس نے قرآن کے مفہوم کو عام قارئین کے لیے آسان اور فہمیدہ انداز میں پیش کیا۔ شاہ رفیع الدین دہلوی نے عربی الفاظ اور تراکیب کا لفظی و معنوی توازن برقرار رکھا، اور بعض اہم اصطلاحات و فقہی نکات کی مختصر تشریح بھی شامل کی، تاکہ غیر عربی قارئین آیات کے حقیقی مفہوم تک پہنچ سکیں۔ ساتھ ہی انہوں

نے اردو کے سادہ اور ادبی فہمیدہ اسلوب کا استعمال کیا، جس سے قرآن کے معنوی اور عملی پیغام کو واضح اور عام فہم بنایا گیا۔ اس ترجمے نے نہ صرف قرآن کے مفہوم کو عوام تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا بلکہ اردو میں دینی تراجم کے معیار کو بھی بلند کیا۔

2۔ موضح القرآن (1790م)

شاہ عبد القادر دہلوی (1752ء–1814ء)، جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے بیٹے تھے، کی تصنیف ہے اور اس ترجمے کو تقریباً 1790ء میں مکمل کیا گیا[2]۔ موضح قرآن روز اول ہی سے مسلمانان برصغیر میں نہایت مقبول و مسلم بلکہ الہامی ترجمہ کے نام سے مشہور رہا ہے[3] جس کی وجوہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب کے مقام و مرتبہ کے لحاظ کے علاوہ اس کی منفرد و متمیز خصوصیات ہیں جن کا اندازہ اہل علم و دانش ہی بہتر طور پر کر سکتے ہیں منجملہ ان میں سے یہ کہ یہ ترجمہ با محاورہ ہونے کے ساتھ ساتھ حیرت انگیز حد تک مطابق اصل ہے۔ نیز قرآن کے مفاہیم و مطالب کی ادائیگی میں یہ کسی بھی مقام پر قاصر نظر نہیں آتا اور نہ کہیں قرآن کے حقیقی مدلول سے زائد کوئی لفظ اس میں وارد ہے۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ شاہ صاحب نے جابجا تفسیری فوائد کا بھی اضافہ فرمادیا ہے جس سے نور علی نور کی فضا پیدا ہو چکی ہے۔ ان تفسیری فوائد یا حواشی میں حضرت شاہ صاحب کی انفرادی شان کی ایک نمایاں جھلک دیکھی جاسکتی ہے، جہاں چند ہی لفظوں میں انہوں نے وہ کمال کر دکھلایا ہے جسکی نظیر ملنی مشکل ہے۔

3۔ فورٹ ولیم کالج کا ترجمہ قرآن (1804م)

فورٹ ولیم کالج کے تحت 1804 میں جون گلکرسٹ کی نگرانی میں ایک پانچ رکنی کمیٹی نے جو اہم ترجمہ کیا ان میں مولوی امانت اللہ شیداء، میر بہادر علی حسینی، مولوی فضل اللہ، مرزا کاظم علی اور حافظ محمد غوث کی محنت سے دو سال کے عرصے میں ڈاکٹر گل کراسٹ کی نگرانی میں 1804 کو مکمل ہوا۔ یہ انیسویں صدی کا پہلا اردو ترجمہ قرآن تھا۔[4]

4۔ سر سید احمد خان (1817م-ن1898م) کا ترجمہ، تاریخ اشاعت (1880م):

سر سید احمد خان (1817-1898) نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا، جس میں انھوں نے نصف ثانی (یعنی 15 ویں پارے کے بعد کا حصہ) کا ترجمہ 1880 کے لگ بھگ شائع کیا، جبکہ بقیہ حصے کا ترجمہ بعد میں کیا گیا[5]، جس کا مقصد سادہ اور آسان زبان میں ترجمہ پیش کرنا تھا تاکہ عام لوگ قرآن کو سمجھ سکیں .

5۔ غرائب القرآن (1895م) مولوی نذیر احمد دہلوی (1830م-1914م):

ڈپٹی نذیر احمد نے ۱۳۹۸ء میں قرآن مجید کے ترجے کا کام شروع کیا جو 1895ء میں مکمل ہوا۔ یہ ترجمہ سب سے پہلے مطبع قاسمی دہلی نے شائع کیا[6]۔ ڈپٹی نذیر احمد کی اصل پہچان ناول نگار کے حوالے سے زیادہ ہے جس

کے وہ بانی تسلیم کیے جاتے ہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد کی خدمات میں سے اولیت قرآن حکیم کے ترجمے کو ہی حاصل ہے۔ ترجمہ اس وقت سامنے آیا جب سر سید احمد خاں کا ترجمہ عوام میں مقبولیت حاصل کر رہا تھا اگرچہ سر سید اس کو مکمل نہ کر سکے تھے جبکہ ڈپٹی نزیر احمد مکمل ترجمہ قرآن کرنے میں کامیاب ہوئے اور ان کی زندگی میں ان کے ترجمہ قرآن کے گیارہ ایڈیشن شائع ہوئے۔

اس ترجمہ قرآن کو مکمل کرنے کے لیے ڈپٹی نذیر احمد نے علماء کے ایک بورڈ کا بھی تعاون حاصل کیا جس میں مولانا فتح محمد جالندھری بھی شامل تھے۔ اسی طرح اس بورڈ کی معاونت سے اڑھائی سال کی شبانہ روز محنت و کاوش کے نتیجے میں 1895ء میں یہ ترجمہ قرآن مکمل ہوا۔[7]

6۔ فتح المجید (1900م) مولوی فتح محمد جالندھری:

مولوی فتح محمد جالندھری کی تصنیف ہے اور یہ ترجمہ تقریباً 1900ء میں مکمل ہوا[8]۔ اس ترجمے کی خصوصیت اس کا سادہ اور فہمیدہ اردو اسلوب ہے، جس نے قارئین کے لیے قرآن کے مفاہیم کو آسان اور عام فہم بنایا۔ بعد میں یہ ترجمہ 1969ء میں عربی متن کے بغیر "نور الہدایہ " کے نام سے بھی شائع ہوا[9]، جس سے اسے عام قارئین کی رسائی میں مزید سہولت حاصل ہوئی۔

مولوی فتح محمد جالندھری نے اس ترجمے میں عربی الفاظ اور تراکیب کا اصل مفہوم برقرار رکھتے ہوئے، آیات کے معنوی اور عملی پہلوؤں کی وضاحت کی اور ضرورت کے مطابق تشریحی جملے بھی شامل کیے۔ اس ترجمے نے اردو میں دینی تراجم کے فہم و ادراک میں اضافہ کیا اور قارئین کو قرآن کے پیغام سے براہِ راست آگاہ کیا۔

7۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی (1881م-1941م) کا ترجمہ:

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی (1881ء–1941ء) نے قرآنِ پاک کا ترجمہ تقریباً 1901ء میں مکمل کیا۔ انہیں قرآن کے کم عمر مترجم کا اعزاز حاصل ہے، کیونکہ ترجمے کی تکمیل کے وقت ان کی عمر صرف 20 برس تھی[10]۔ اس ترجمے کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا سادہ، روان اور فہمیدہ اردو اسلوب ہے، جو قارئین کے لیے قرآن کے معنوی اور عملی مفاہیم کو آسان اور قابل فہم بناتا ہے۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے عربی متن کے اصل مفہوم کو برقرار رکھتے ہوئے بعض اصطلاحات اور فقہی نکات کی تشریح بھی شامل کی، تاکہ قارئین آیات کے حقیقی پیغام کو سمجھ سکیں۔

یہ ترجمہ نہ صرف ان کی علمی قابلیت کی عکاسی کرتا ہے بلکہ اردو میں قرآن کے تراجم کی تاریخ میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔

8۔ عبداللہ چکڑالوی کا ترجمہ تاریخ اشاعت یا تکمیل (1907م)

مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی نے "ترجمۃ القرآن بآیات القرآن" کے نام سے ایک تفسیر لکھی جو ان انکارِ حدیث کی بنیاد پر تھی جیسے لکھا کہ

"کتاب اللہ کے مقابلہ میں انبیاء اور رسولوں کے اقوال وافعال یعنی احادیث قولی، فعلی، تقریری پیش کرنے کا مرض ایک قدیم مرض ہے، محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل و مخاطب بھی قطعی اور یقینی طور پر اہلِ حدیث ہی تھے[11]"

کسی جگہ سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ قرآن کریم کے ساتھ کوئی اور شئے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی؛ اگر کوئی شخص کسی مسئلہ میں قرآن کریم کے سوا کسی اور چیز سے دینِ اسلام میں حکم کرے گا تو وہ مطابق آیاتِ مذکورہ بالا کافر، ظالم اور فاسق ہو جائے گا[12]۔

9۔ موضح فرقان ترجمہ شیخ الہند (1918م)

شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی (1852م-1920م) نے اردو میں قرآن کا ایک بین سطری ترجمہ لکھا۔ بعد میں انھوں نے اس ترجمہ کو تفسیری نوٹوں کے ساتھ لکھنا شروع کیا، ابھی انھوں نے چوتھا پارہ النساء مکمل کیا تھا کہ 1920ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ تفسیر ان کے شاگرد شبیر احمد عثمانی نے مکمل کیا اور تفسیرِ عثمانی کے نام سے شائع ہوا۔ بعد میں افغانستان کے آخری بادشاہ محمد ظاہر شاہ کی زیر سرپرستی علما کی ایک جماعت نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا[13]۔

10۔ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن (1910م)

احمد رضا خان بریلوی (1854م-1923م) نے اپنے ترجمۂ قرآن کنزالایمان میں اس کا ادب و تعظیم اور قرآن کی اصل روح کو مد نظر رکھ کر اپنا قلم اٹھایا ہے۔ انہوں نے جملہ مستند و مروج تفاسیر کی روشنی میں قرآن مجید کی ترجمانی فرمائی ہے جس آیت کی وضاحت مفسرین کرام نے کئی کئی صفحات میں فرمائیں مگر امام احمد رضا خان کو یہ خوبی عنایت فرمائی گئی کہ وہی مفہوم ترجمہ کے ایک جملہ یا ایک لفظ میں ادا فرمایا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا[14]۔

11۔ ترجمان القرآن (1935م)

مولانا ابوالکلام آزاد (1888م-1958م) ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزاد کی تصنیف لطیف ہے۔ مولانا ابوالکلام برصغیر کے سب سے بڑے مذہبی اور سیاسی لیڈر تھے۔ مولانا تقسیم ملک کے بعد ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم بنے، اور ہندوستان کے نظام تعلیم کو منظم کرنے میں ان کا اہم کردار ہے۔ آپ ایک بے مثل عالم تھے،

ہندوستان کی سیاسیات میں متحرک کردار ادا کیا، اس کے ساتھ ہندوستان کی صحافت کو بھی ایک نئی جہت عطا کی۔ ان تمام تر مصروفیات کے باوجود آپ نے منفرد علمی کتب اور مقالات تحریر کیے ہیں۔ قرآن حکیم مولانا کے غور و فکر کا سب سے اہم ماخذ تھا، انہیں قرآن حکیم سے ایک طویل رفاقت حاصل تھی۔ خود اپنے بارے میں کہتے ہیں: ''میں نے قریب قریب تیئیس سال قرآن کو اپنا موضوعِ فکر بنایا۔ میں نے ہر پارے، ہر سورۃ اور ہر آیت اور ہر لفظ کو گہرے فکر و نظر سے دیکھا۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ قرآن کی موجودہ تفاسیر مطبوعہ یا غیر مطبوعہ کا بہت بڑا حصہ میری نظر سے گزرا ہے، میں نے فلسفۂ قرآن کے سلسلے میں ہر مسئلے کی تحقیق کی ہے۔''[15] آپ نے سورتوں کے مطالب و مضامین پر مشتمل فہرست شامل کی جو کہ ایک نیا طریقہ تھا۔

5۔ قرآنِ مجید کے جدید اردو تراجم کے اسلوب:

جدید تراجم (1950ء کے بعد) میں سہل الفاظ، جدید محاورات، اور علمی وضاحت کو ترجیح دی گئی ہے۔ مترجمین نے ترجمے کو عام قاری کے لیے قابلِ فہم بنانے پر توجہ دی۔

1۔ تفہیم القرآن (1949م)

ابو الاعلیٰ مودودی (1903م-1979م) نے اس تفسیر میں قرآن مجید کی آیات کی تشریح اور تفصیل کو عام فہم اور جدید تقاضوں کے مطابق بیان کیا ہے۔ یہ تفسیر نہ صرف ایک علمی شاہکار ہے بلکہ اس میں موجودہ دور کے مسائل کا حل بھی پیش کیا گیا ہے، جس نے اسے عوام الناس میں مقبول بنایا۔ تفہیم القرآن کی تحریر کا آغاز 1942 میں ہوا اور یہ 1972 میں مکمل ہوئی[16]۔ مولانا مودودی نے اس تفسیر میں قرآن مجید کی ہر آیت کو جدید علمی اور فکری انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ ان کی تفسیر کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف قرآن کے الفاظ کا معنی بتایا بلکہ اس کے پس منظر اور معاشرتی، سیاسی، اور سماجی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا۔ مولانا مودودی نے قرآن کا ترجمہ ایسی آسان اور سلیس اردو میں کیا ہے جو ہر عام تعلیم یافتہ شخص با آسانی سمجھ سکتا ہے۔ ان کا انداز نہ بہت مشکل ہے اور نہ غیر ضروری ادبی، بلکہ روزمرہ کی زبان کے قریب ہے۔ تفہیم القرآن میں لفظی ترجمے کے بجائے معنوی ترجمہ کیا گیا ہے۔ یعنی مقصد یہ ہے کہ قرآن کا اصل پیغام قاری تک صاف اور واضح پہنچے، چاہے الفاظ میں تھوڑی تبدیلی کیوں نہ ہو۔ مولانا مودودی نے ترجمے اور تفاسیر میں ایسے الفاظ اور مثالیں استعمال کیں جو موجودہ زمانے کے انسان کو بات سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔

مثال: "جاہلیت"، "استبداد"، "سماجی برائی"، "فلاحی ریاست" جیسے الفاظ جدید قاری کو مفہوم سمجھنے میں آسانی دیتے ہیں۔ تفہیم القرآن کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ مولانا مودودی نے مشکل آیات کی وضاحت مترجم

کے حاشیوں میں کی۔ ان حواشی میں تاریخی پس منظر، عرب معاشرت، فقہی نکات، حالاتِ نزول، جدید مسائل سب کو آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ترجمے کا اسلوب صرف معلوماتی نہیں بلکہ اصلاحی اور تربیتی ہے۔ اس میں قرآن کے پیغام کو موجودہ دور کے انسان کی عملی زندگی سے جوڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ مولانا مودودی نے ایسے جملے بنائے جو نہ صرف آسان ہیں بلکہ پڑھنے والے کو قرآن کا پیغام مسلسل انداز میں سمجھ آتا ہے۔ زبان نہ بہت رسمی ہے نہ محاوراتی، بلکہ متوازن اور سنجیدہ ہے۔

2۔ تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحیؒ: آپ نے نظم اور حکمت قرآن کے لئے ایک ایک آیت اور ایک ایک لفظ پر اس طرح غور کیا جس طرح قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے کا حق ہے۔ مولانا اصلاحیؒ اپنے استاد مولانا فراہیؒ کی طرح نظم قرآن اور حکمت قرآن کے اسالیب پر تدبر کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے استاد سے قرآن فہمی کے جو اصول و مبادی سیکھے تھے ان کو حرزِ جان بنالیا تھا۔ انہی اصولوں پر مولانا اصلاحی نے تفسیر تدبر قرآن لکھی جو 10 جلدوں پر محیط اور سات ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی چار جلدیں شائع کرنے کا اعزاز ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم امیر تنظیم اسلامی کو ملا اور آخری جلد کے ساتھ سالم تفسیر کی اشاعت کا شرف مولانا اصلاحیؒ کے خاص شاگرد جناب ماجد خاور مرحوم کو حاصل ہوا[17]۔ اب تدبر قرآن جدید اعلیٰ معیار اور آفسٹ پیپر پر دستیاب ہے۔ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا ایک بہترین انعام ہے جو اس نے اپنی مخلوق کو اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے عطا کیا ہے۔ یہ کتاب علوم و فنون، دانش و حکمت، رشد و ہدایت، تقویٰ و پرہیز گاری، خدمت خلق، قرب الٰہی، اخروی نجات اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس کے علم و حکمت کے خزانے اس کے نزول سے اب تک مسلسل حاصل ہو رہے ہیں۔ ہر دور کے انسانوں اور مسلمانوں کی اصلاح و فلاح کے لئے اس کتاب میں وقت کے تقاضوں کے مطابق دعوتی اسلوب اور موثر ہدایت اور رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ تدبر قرآن اس اعتبار سے جدید انسان کی ضرورت ہے۔ آج کے دور میں جب مشینوں کی حکومت ہے انسان عقل سے زیادہ مہارت میں دلچسپی رکھتا ہے اس کائنات، حیات اور آخرت کے بارے میں نئے نئے سوالات جنم لے چکے ہیں۔ تدبر قرآن ان اشکالات، ابہامات اور مشکلات کا جواب دیتی اور جدید ذہن کو سیر اب کرتی ہے۔ وہ قرآن کا پیغام کسی لاگ، فرقہ بندی اور تعصب کے بغیر اپنے قاری کو سمجھاتی ہے اور نظم کی برکت سے اختلافات کو ختم کرتی ہے۔ تدبر قرآن کے چند اجزاء کا انگریزی اور عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ ہندوستان میں کئی ادارے اور افراد اس تفسیر پر تحقیقی کام کر رہے ہیں۔

3۔ضیاء القرآن(1979م)

پیر محمد کرم شاہ الازہری(1998م)نے 19 سال کی طویل مدت میں3500صفحات پر مشتمل قرآن کریم کی تفسیر پانچ جلدوں میں مکمل فرمائی۔ طالب ہاشمی لکھتے ہیں:"تفسیر ضیاء القرآن میں ترجمہ کا انداز بے مثل و بے نظیر ہے اور قرآن پاک کی ایک ایک آیت اور ایک ایک لفظ سمجھنے کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں حق تعالیٰ نے خود حضرت پیر کرم شاہ کی رہنمائی فرمائی۔ تفسیر کا انداز بیان نہایت دل نشین اور اثر انگیز ہے اور پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ علم و حکمت کی ایک جوئے رواں ہے جو مسلسل بہہ رہی ہے اور ہر شخص اس سے بقدر ظرف استفادہ کر سکتا ہے۔[18]"

پروفیسر شاہ فرید الحق فرماتے ہیں:"قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف حضور اکرم ﷺ کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ دور حاضر کے بعض مفسرین نے عظمت رسالت مآب ﷺ کو ملحوظ نہیں رکھا لیکن تفسیر ضیاء القرآن کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ اس میں جہاں دلائل توحید پر بڑی واضح بحثیں ملتی ہیں وہاں عظمت رسالتؐ بھی اپنی رعنائی کے ساتھ موجود ہے۔ درحقیقت یہ وہ تفسیر ہے جس سے صاحب تفسیر قبلہ پیر صاحب کی عظمت واضح ہوتی ہے۔ پیر صاحب قابل صد مبارک ہیں کہ انہوں نے صاحب قرآن ﷺ کی شخصیت کو اجاگر کرنے کے لئے خود اپنی شخصیت کو اس میں گم کر دیا ہے۔ میں نے بذات خود امام اہل سنت احمد رضا خان بریلویؒ کے ترجمہ قرآن کو انگریزی میں ڈھالتے ہوئے ضیاء القرآن کے ترجمہ کو بڑے غور سے پڑھا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ایسا ترجمہ ہے جو سلیس اور بامحاورہ ہونے کے ساتھ ساتھ منشائے الٰہی اور عظمت رسالت کا آئینہ دار ہے۔[19]"

4. مولانا وحید الدین خان(1925–2021ء)

مولانا وحید الدین خان (1925–2021) ایک معروف اسلامی سکالر، مفکر اور مصنف تھے۔ انہوں نے قرآن کا ترجمہ و تفسیر تذکیر القرآن کے نام سے پیش کیا، جس کا اسلوب سادہ، واضح اور عام فہم تھا۔ مولانا نے اسلام کے پیغام کو امن، اعتدال اور فکری روشنی کے ساتھ دنیا بھر میں عام کیا اور اردو و انگریزی میں متعدد علمی و دعوتی تصانیف لکھیں۔ ان کا ترجمہ جدید ذہن کے لیے نہایت موزوں ہے۔ اس میں قرآن کے الفاظ کو سادہ، واضح اور عام فہم زبان میں بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر قاری آسانی سے آیات کے معنی اور پیغام کو سمجھ سکے۔ یہ تفسیر قرآن کے روحانی، عملی اور دعوتی پہلوؤں پر زور دیتی ہے اور جدید دور کے قاری کے لیے موزوں اسلوب اختیار کرتی ہے۔ جس میں انہوں نے قرآن کا ترجمہ روایتی لفظی انداز سے آگے بڑھا کر ایک جدید، سادہ اور معاصر اسلوب

میں پیش کیا ہے۔ اس اسلوب کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کے معنی آسان، واضح اور قاری کے لیے قابلِ فہم ہوں اور آیات کے روحانی، عملی اور دعوتی پیغام کو بھی اجاگر کیا جائے۔ مولانا نے قرآن کے معنی کو آسان، عام فہم اور دورِ حاضر کے مطابق زبان میں بیان کیا، تاکہ قاری قرآن کے پیغام کو بغیر مشکل کے سمجھے۔ تذکیر القرآن صرف لغوی ترجمہ نہیں بلکہ آیات کے روحانی، دعوتی اور عملی مفہوم کو بھی واضح کرتا ہے، یعنی قرآن کی تعلیمات کو زندگی کے عملی پہلو سے جوڑ کر پیش کیا جاتا ہے۔ مولانا کے نزدیک روایتی تراجم میں اکثر "اصل عربی کی وضاحت "کم ہوتی ہے، اس لیے انہوں نے ترجمہ و تفسیر کو جدید فکری ضروریات اور سوالات کے مطابق مرتب کیا تاکہ نیا قاری بھی قرآن کے پیغام کو عصری تقاضوں کے ساتھ سمجھ سکے۔ ان کا اسلوب ترجمے کے ساتھ ساتھ تشریح و تدبر پر بھی زور دیتا ہے، تاکہ قاری قرآن کے پیغام میں غور و تدبر کرے نہ کہ محض الفاظ کا ترجمہ پڑھ سکتے ہیں[20]۔

5۔ عرفانُ القرآن:

ڈاکٹر محمد طاہر القادری (پیدائش: 19 فروری 1951ء، لاہور) ایک معروف عالمِ دین، محقق اور صوفی رہنما ہیں۔ وہ منہاج القرآن انٹرنیشنل کے بانی بھی ہیں۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے قرآن کے جدید اور مفہومی اردو تراجم، خاص طور پر عرفانُ القرآن مرتب کیے، جو عصرِ حاضر کے قاری کے لیے آسان اور فہم پذیر ہیں۔ عرفانُ القرآن ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا مرتب کردہ جدید اردو ترجمۂ قرآن ہے۔ یہ ترجمہ مفہومی اور توضیحی اسلوب میں کیا گیا ہے تاکہ جدید دور کا قاری قرآن مجید کے معانی آسانی سے سمجھ سکے۔ اس کی زبان سادہ، شستہ اور رواں ہے اور اس میں عقائدِ اہلِ سنت کی واضح ترجمانی پائی جاتی ہے۔ عرفانُ القرآن عصرِ حاضر کے فکری و دعوتی تقاضوں کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا ایک مقبول جدید ترجمہ ہے[21]۔

ڈاکٹر طاہر القادری نے قرآن مجید کا ترجمہ خالص، شستہ اور ادبی اردو میں کیا ہے۔ ان کا انداز بیان جدید قاری کی ذہنی سطح کے مطابق ہے، جس سے آیات کا مفہوم آسانی سے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ ان کا ترجمہ محض لفظی نہیں بلکہ مفہومی ہے۔ کئی مقامات پر آیت کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے قوسین یا اضافی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، جو جدید ترجمہ نگاری کی نمایاں خصوصیت ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری کے ترجمے میں جدید ذہن، سائنسی فکر اور عصری سوالات کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے، تاکہ آج کا قاری قرآن کی تعلیمات کو موجودہ دور سے جوڑ سکے۔ عرفانُ القرآن کی زبان نہایت رواں ہے۔ آیات کا ترجمہ اس طرح مربوط ہے کہ ایک مسلسل نثری بیان محسوس ہوتا ہے، جو جدید اردو اسلوب کی علامت ہے۔ ترجمے کے ساتھ ساتھ علمی نکات، مفاہیم اور اشارات شامل

ہیں، جو ڈاکٹر طاہر القادری کے تحقیقی مزاج کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان کے ترجمے میں دعوت، اصلاحِ معاشرہ اور روحانی تربیت کا پہلو نمایاں ہے، جس کی وجہ سے یہ ترجمہ جدید تعلیم یافتہ طبقے میں مقبول ہوا[22]۔

6۔ تفسیر بیان القرآن:

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی سب سے اہم کاوش تفسیر بیان القرآن ہے- بیان القرآن جدید اذہان کو سامنے رکھتے ہوئے لکھا گیا ہے. ڈاکٹر صاحب نے بیسویں صدی میں بڑے پیمانے پر قرآنی فکر اور دروسِ قرآن کے حلقے قائم کیے. ان کی تفسیر کئی جلدوں پر مشتمل ہیں. جس کی پہلی جلد (تعارف تدوین قرآن پاک، سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ) ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں ہی مرتب ہو گئی تھی، باقی جلدیں ان کی تقاریر سے مرتب کی گئی ہیں۔ سات جلدوں پر مشتمل یہ تفسیر ضروری نقشہ جات اور حاشیوں کے ساتھ موجودہ دور کی مقبول ترین تفسیر ہے۔ اس ترجمہ و تفسیر کی زبان و بیان انتہائی سہل اور آسان ہے. اس تفسیر کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کا مقدمہ تقریباً ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے جو قرآن فہمی کو عام کرنے میں نہایت مفید ثابت ہو گی[23]۔ حکومتِ پاکستان نے ان کی اعلی خدمات کے صلے میں ان کو 1981 میں ستارہ امتیاز سے بھی نوازا ہے۔

7۔ ترجمہ قرآن مجید از حافظ عبد السلام بھٹوی:

یہ ترجمہ قرآن جماعۃ الدعوۃ پاکستان کے جامعہ الدعوۃ الاسلامیہ، مرید کے، شیخوپورہ کے شیخ الحدیث والتفسیر حافظ عبد السلام بھٹوی کا ہے یہ ترجمہ قرآن مجید کے اردو تراجم میں ایک نہایت عمدہ اور قابل تعریف اضافہ ہے۔ جس میں انہوں نے قرآن مجید کے دل نشیں اسلوب کا لحاظ رکھتے ہوئے لفظ بہ لفظ ترجمہ کرنے اور اسے اردو محاورہ کے مطابق بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے اور ترجمہ کرتے وقت عربی الفاظ کے قریب تر اور موزوں ترین الفاظ کا انتخاب کیا ہے۔ اور ترجمہ میں فصاحت و بلاغت کے اصولوں اور عربی زبان کے قواعد کا بھی لحاظ رکھا ہے۔ اس لیے یہ ترجمہ لفظی ہونے کے ساتھ ساتھ حسن بیان، عبارت کی روانی اور سلاست کا آئینہ دار بھی ہے ۔ اردو زبان میں یہ نادر الوجود اور شاہکار ترجمہ ہے[24]۔ جس کے الفاظ کے انتخاب میں مترجم کے 40 سال سے زائد عرصے پر محیط دینی علوم و فنون کے تدریسی تجربے اور نصوص کے گہرے اور وسیع مطالعے کی جھلک اور قدیم و جدید تراجم کا واضح عکس نظر آتا ہے۔ ماء اللہ اس ترجمہ کو بڑا قبول عام حاصل ہے چند سالوں میں بیسیوں ہزار نسخے اندرون و بیرون ملک قارئین تک پہنچ چکے ہیں۔ اور علماء و طلباء میں حافظ عبد السلام بھٹوی کی اس قابل قدر کاوش کو بہت پذیرائی ملی ہے۔ بالخصوص علمی حلقوں میں بھی اسے بہت سراہا گیا ہے۔

8۔ آسان ترجمہ قرآن از مفتی محمد تقی عثمانی

توضیح القرآن یعنی "آسان ترجمہ قرآن "مفتی محمد تقی عثمانی کا ایک علمی شاہکار ہے۔ یہ ترجمہ اپنی جامعیت کی وجہ سے مترجم کی علمی تحقیق کا اظہار کرتا ہے۔ مترجم نے یہ ترجمہ ساڑھے تین سال کے عرصے میں تحریر کیا۔ اس کا اکثر حصہ دوران میں سفر لکھا گیا۔ 2008 میں یہ ترجمہ مکمل ہو کر سامنے آیا۔ یہ ترجمہ کئی ایک اقسام کے ایڈیشنز نیز گوگل ایپ، پی ڈی ایف(Pdf) اور صوتی تسجیل)صوتی ریکارڈنگ اور پنروتھن(کی شکل میں بھی موجود ہے۔

مفتی تقی عثمانی نے اس میں کوشش کی ہے کہ قرآنِ کریم کا مطلب آسان، بامحاورہ اور رواں انداز میں واضح ہو جائے۔ یہ ترجمہ بالکل لفظی بھی نہیں ہے، اور اتنا آزاد بھی نہیں ہے جو قرآنِ کریم کے الفاظ سے دُور چلا جائے۔ وضاحت کو پیشِ نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ حتی الوسع قرآنِ کریم کے الفاظ سے بھی قریب رہنے کی کوشش کی گئی ہے ترجمے کے الفاظ میں بھی وہ احتمالات باقی ہیں۔ اور جہاں ایسا ممکن نہ ہو سکا، وہاں سلف کے مطابق جو تفسیر زیادہ راجح معلوم ہوئی، اُس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ تشریحی حواشی میں صرف اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ترجمہ پڑھنے والے کو جہاں مطلب سمجھنے میں کچھ دُشواری ہو، وہاں وہ حاشیہ کی تشریح سے مدد لے سکے، لمبے تفسیری مباحث اور علمی تحقیقات کو نہیں چھیڑا گیا، کیونکہ اس کے لئے بفضلہٖ تعالی مفصل تفسیریں موجود ہیں۔ البتہ ان حواشی میں چھنی چھنائی بات عرض کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو بہت سی کتابوں کے مطالعے کے بعد ہوئی ہے[25]۔ مختصر تفسیری تشریحات جن کے متعلق مفتی صاحب خود لکھتے ہیں:

"تشریحی حواشی میں صرف اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ترجمہ پڑھنے والے کو جہاں مطلب سمجھنے میں کچھ دشواری ہو وہاں وہ حاشیہ کی تشریح کی مدد لے سکے۔ لمبے تفسیری مباحث اور علمی تحقیقات کو نہیں چھیڑا گیا کیوں کہ اس کے لیے بفضلہ تعالی مفصل تفسیریں موجود ہیں۔ البتہ ان مختصر حواشی میں چھنی چھنائی بات عرض کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو بہت سی کتابوں کے مطالعہ کے بعد حاصل ہوئی ہے۔[26]"

معیاری ادبی اور ٹکسالی زبان جس میں انسانی بساط کی حد تک قرآنی بلاغت کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ہر ہر عربی محاورے کا محاوراتی اردو بدل لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر سورت کی ابتدا میں اس کا اجمالی تعارف ہے۔ شروع میں ایک وقیع علمی مقدمہ بھی شامل ہے جس میں وحی کی ضروت، عہد رسالت و عہد صحابہ میں قرآن کی حفاظت، قرآنی علوم کے بنیادی تعارف اور تفسیر کے لیے درکار علوم اور ان کے متعلق پھیلی غلط فہمیوں جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

نتائج:

.1 قدیم مترجمین میں لفظی اسلوب غالب رہا:

قدیم اردو مترجمین نے عربی متن کے الفاظ اور ترتیب کو برقرار رکھنے کو ترجیح دی، جس سے ترجمہ بسا اوقات غیر محاوراتی مگر معنوی طور پر محفوظ رہا۔ قدیم اسلوب میں لفظی دیانت نمایاں ہے، مگر روانی محدود ہے۔

.2 قدیم تراجم میں فارسی و عربی اثرات نمایاں ہیں:

قدیم مترجمین کی زبان میں فارسی تراکیب اور کلاسیکی اسلوب غالب ہے۔ اسلوب علمی وقار رکھتا ہے مگر جدید قاری کے لیے نسبتاً ثقیل ہے۔

.3 جدید مترجمین نے مفہومی اور بامحاورہ اسلوب اختیار کیا:

جدید اردو مترجمین نے عام فہم زبان میں مفہوم کی ادائیگی کو ترجیح دی۔ پیغام واضح، زبان رواں اور فہم میں آسانی پیدا ہوئی۔

.4 جدید تراجم میں دعوتی اور اصلاحی پہلو نمایاں ہے:

جدید مترجمین نے ترجمے کو عصری فکری تناظر سے جوڑا ہے۔ ترجمہ محض بیان نہیں بلکہ دعوت اور اصلاح کا ذریعہ بن گیا۔

.5 بعض جدید تراجم میں تشریحی وسعت پائی جاتی ہے:

کچھ جدید مترجمین نے ترجمے کے ساتھ تفسیری وضاحت کو بھی شامل کیا۔ مفہوم وسیع ہوا، مگر ترجمہ جزوی طور پر تفسیر سے قریب ہو گیا۔

.6 قدیم و جدید مترجمین کا اسلوب باہم تکمیلی ہے:

تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ دونوں ادوار کے مترجمین ایک دوسرے کی نفی نہیں بلکہ تکمیل کرتے ہیں۔ قرآن فہمی کے لیے دونوں اسالیب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

یہ تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ **مترجمینِ قرآن کے اسالیب** وقت کے ساتھ ارتقاپذیر رہے ہیں۔ قدیم مترجمین نے قرآن کے الفاظ کی حفاظت کی، جبکہ جدید مترجمین نے اس کے پیغام کو عصرِ حاضر سے جوڑا۔ دونوں کا اشتراک قرآن فہمی کی ایک متوازن، جامع اور مؤثر صورت پیش کرتا ہے۔

سفارشات:

.1 **تقابلی تدریس کو فروغ دیا جائے:** ایک ہی آیت کے مختلف مترجمین کے تراجم ساتھ پڑھائے جائیں۔ اسلوبی فرق طلبہ میں ترجمہ فہمی پیدا کرے گا۔

.2 **نئے تراجم میں اسلوبی توازن اختیار کیا جائے۔** لفظی دیانت (قدیم) اور بامحاورہ وضاحت (جدید) کو یکجا کیا جائے۔

.3 **مترجمین کے اسلوب پر الگ تحقیقی ابواب شامل کیے جائیں:** ہر بڑے مترجم کے ترجمے کا اسلوبی تجزیہ کیا جائے۔

.4 **جدید مترجمین کے لیے حوالہ جاتی احتیاط ضروری ہے۔** تشریحی الفاظ کو ترجمے سے الگ واضح کیا جائے۔

.5 **قدیم مترجمین کے تراجم کی جدید تدوین کی جائے۔** شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین کے تراجم کو جدید رسم الخط اور حواشی کے ساتھ شائع کیا جائے۔

حواشی:

[1] فاروقی، شمیم حنفی۔ اردو میں قرآن کے تراجم۔ نئی دہلی: نیشنل کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ص23–25۔

[2] ندوی، سید سلیمان۔ تاریخ دعوت وعزیمت، جلد4۔ لکھنؤ: دارالمصنفین، ص318–320۔

[3] قریشی، عبدالمجید۔ برصغیر میں قرآن فہمی کی روایت۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ص45–48۔

[4] جمیل نقوی قرآن مجید کے اردو تراجم اردو اکیڈمی، کراچی سند ۱۴۰۵ص ۴۵

[5] قریشی، عبدالمجید۔ تاریخ تراجمِ قرآن برصغیر میں۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ص72–75۔

[6] خان، عبدالحی۔ تاریخ تراجمِ قرآن برصغیر میں۔ لاہور: دارالمصنفین، 2010ء، ص88–92۔

[7] صدیقی افتخار احمد، ڈاکٹر تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند، پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۷۲ص ۴، ۲۵

[8] ندوی، سید سلیمان۔ اردو میں قرآن تراجم کی تاریخ۔ لکھنؤ: دارالمصنفین، ص350–353۔

[9] جالندھری، مولوی فتح محمد، نور الہدایہ (ترجمۂ قرآن مجید، بغیر عربی متن)، لاہور: مطبع اسلامی، 1969ء۔

[10] رضوی، محمد اشرف۔ برصغیر میں قرآن فہمی اور ترجمہ نگاری۔ نئی دہلی: نیشنل کونسل برائے فروغِ اردو زبان، 2016ء، ص58–61۔

[11] تفسیر ترجمۃ القرآن:۹۷، مطبوعہ سنہ ۱۳۲۰ھ

[12] تفسیر ترجمۃ القرآن:۴۲، مطبوعہ سنہ ۱۳۲۰

[13] بدالحق، مولوی، پرانی اُردو میں قرآن مجید کے تراجم وتفاسیر، سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر، ج-4 لاہور، 1970، ص-177۔

[14] بریلوی، احمد رضا خان، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، بریلی (ہند): مطبع رضا، 1910ء۔

[1515] آزاد، ابو الکلام، ترجمانُ القرآن، جلد اول، لاہور: مکتبہ جدید، 1935ء۔

[16] ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن: اردو ترجمہ و تفسیر قرآن مجید، لاہور: اسلامی تحقیقاتی مرکز، 1984ء، ص10–12۔

[17] اصلاحی، امین احسن، تدبرُ القرآن، جلد1–10، لاہور: ادارہ تدبرِ قرآن، 1979–1997ء۔

[18] ہاشمی، طالب، پیر کرم شاہ: حیات و خدمات، لاہور: ضیاءُ القرآن پبلیکیشنز، ص210–212۔

[19] فرید الحق، شاہ "تفسیر ضیاءُ القرآن: فکری و اسلوبی امتیازات، مقدمہ بر ضیاءُ القرآن، لاہور: ضیاءُ القرآن پبلیکیشنز، 1998ء، ص15–18۔

[20] احمد، محمد سلیم۔ جدید اردو تفاسیر قرآن کا فکری مطالعہ۔ کراچی: معارفِ اسلامی، 2015ء، ص210–215۔

[21] صدیقی، محمد ارشد۔ جدید اردو تراجمِ قرآن: رجحانات و اسالیب۔ اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، 2017ء، ص175–180۔

[22] حسین، غلام مصطفیٰ۔ "عرفانُ القرآن کا اسلوبی و فکری مطالعہ"۔ مجلۃ الدراسات القرآنیۃ، جلد9، شمارہ2، 2019ء، ص85–92۔

[23] قریشی، محمود احمد۔ "بیان القرآن کا اسلوبی و فکری مطالعہ"۔ فکرِ اسلامی، جلد15، شمارہ3، 2016ء، ص65–72۔

[24] قاسمی، محمد زبیر۔ "معاصر اردو تراجمِ قرآن کا تنقیدی جائزہ"۔ مجلۃ الدراسات القرآنیۃ، جلد11، شمارہ1، 2020ء، ص90–97۔

[25] صدیقی، محمد ارشد۔ اردو تراجمِ قرآن: اسلوب و افادیت کے معیار۔ لاہور: ادارہ تحقیقِ قرآن و سنت، 2017ء، ص210–215۔

[26] فاروقی، اسد اللہ۔ "مفتی محمد تقی عثمانی اور جدید اردو ترجمہ نگاری"۔ جرنل آف اسلامی اسٹڈیز، جلد12، شمارہ2، 2019ء، ص75–83۔